بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اشارات

یہ زمین خدا کی زمین ہے، ہوا کی لہریں اور سورج کی شعاعیں خدا کی عنایات ہیں، روٹی کا نوالہ اور پانی کا گھونٹ اسی کی سخاوت ہے ——— اور ہم کیا ہیں؟ اسی کی مخلوق، اسی کے بندے، اسی کے غلام، اسی کی تقدیر میں جکڑے ہوئے، اسی کے قوانینِ تاریخ اور نوامیسِ نفسیات کے پابند ہمارا مقام اس کے سوا کیا ہے کہ اس کی ہدایت پر کاربند ہوں، اس کے احکام میں اپنے آپ کو جکڑے رکھیں اور اس کے حدودِ حلال و حرام کی پابندی کریں۔

یہی دین ہے، اسی کو اسلام کہتے ہیں، اسی کا نام شریعت بھی ہے۔

انسانی زندگی میں بڑی بڑی خرابیاں اس بات سے پیدا ہوئیں کہ انفرادی شریعت اور ہو اور عملاً اجتماعی شریعت دوسری نافذ ہو۔ نام خدا کا چلے اور سکہ قیصر کا رواں ہو، اخلاقی تصورات دوسرے ہوں اور قانونی تصورات الگ ـــ مسجد کا خدا اور ہو اور سلطنت کی خدائی کسی شخص یا پارلیمنٹ کے پاس ہو۔

اسلام نے انسانیت کو بہت بڑا انقلاب یہ سکھایا کہ تمہاری انفرادی اور اجتماعی شریعت ایک ہوگی، مسجد اور پارلیمنٹ کا خدا ایک ہی خدا ہوگا، اخلاقی اور قانونی ضابطوں کی شاخیں ایک ہی جڑ سے پھوٹیں گی۔

آج جب نفاذِ شریعت کی آواز اٹھائی جاتی ہے تو ہمارا مطلب یہی ہوتا ہے۔

تحریکِ اقامتِ دین ہو یا تحریکِ نظامِ قرآنی یا تحریکِ نفاذِ شریعت ان سب کا مطلب ایک ہے۔

جو لوگ اس آواز کو سُن کر اُپراتے ہیں یا گھبراتے ہیں وہ اگر بندگانِ مفاد نہیں ہیں تو انہیں جان لینا چاہیے کہ پوری تحریکِ پاکستان نفاذ شریعت کا عہد قوم سے باندھ چکی، قائدِ اعظم اس کو بار بار دہرا چکے، اسی مقصود کی خاطر لوگوں نے جان و مال و آبرو کی قربانیوں سے تاریخ کا ایک زریں باب بھر دیا- یہی عہد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو آپ کے دستور میں ثبت ہو گیا اور آج تک وہ ہمارے دستور کے لیے روح و رواں ہے- آپ نے اگر قوم کے بے شمار افراد اور اداروں سے فائدے اُٹھائے ہیں اور اس سے بے حساب میراث وصول کی ہے تو پھر خوشی خوشی اس قومی عہد کو بھی جھولی میں ڈلیے اور جس طرح بیٹا باپ کے قرض کی ادائی کے لیے تیار ہو جاتا ہے، آپ بھی جس قوم کے فرزند ہیں اس کا تاریخی حساب بے باق کیجیے۔

نفاذِ شریعت کا قومی فیصلہ تو آپ کے در و دیوار پہ لکھا ہے، پاکستان کے ذرّے ذرّے کے ورق پر ثبت ہے۔ یہ آواز تو اس کی ہواؤں میں شامل ہے، یہی نصب العین تو ہمارا تشخص ہے، اسی سے تو ہم میں حرکت ہے، اسی سے زندگی ہے، اسی عَلَم کو لہرا کر ہم ساری دُنیا کے مقابلے میں ایک بلند مقام پر کھڑے ہوتے ہیں- یہ نہ ہو تو ہم کچھ بھی نہیں ہیں- ہمارا اور کوئی وزن نہیں ہے، ہمارے پاس سر افتخار بلند کرنے والی اور کوئی چیز نہیں ہے، ہماری خودی کو توانائی دینے والی کوئی دوسری رُوح نہیں ہے- اپنی مرکزی رُوح سے ہم نے انحراف کیا تو ہماری شکل مسخ ہو جائے گی- ہمارا اعتقادی تہذیبی چہرہ بگڑ جائے گا- ہماری قوتیں مفلوج ہو جائیں گی اور ہم ایک ایسے احساسِ کہتری میں غرق ہو جائیں گے جس سے نکلنا ممکن نہ ہو گا-

یہ فرض بھی ہے، یہ ضرورت بھی ہے، یہ قضایا کا حل بھی ہے، یہ سرمایۂ اعزاز بھی ہے — پھر کیا آپ لوگ محض اپنے حقیر ذاتی مفاد کے لیے اس سے کتراتے ہیں اور قوم کو دھوکہ دیتے ہیں اور فرار کی راہیں نکالتے ہیں ؟ یا کیا اسلام دشمن سُپر پاورز سے ڈرتے ہیں ؟ حالانکہ آپ کے خلاف سب سے بڑی سُپر پاور تو ابلیس اور اس کے لشکر کی ہے، ڈرنا تھا تو پھر پہلے اس سے ڈرتے اور اسلام کا نام بھی نہ لیتے- نام لیا ہے تو بات کو نبھایئے، چاہے جان جوکھوں میں ڈالنا پڑے-

فریضۂ نفاذِ شریعت سے گریز کرنے کے لیے لادینیت پسند امغرب پرست اور
غلامانِ مفاد تین چیزوں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

سب سے پہلی دل پسند صورتِ حالات آپ کے لیے یہ رہی ہے کہ دستور سازی کے سلسلے میں سیکولر ذہن کے صاحبوں اور بیگمات کو جو مُنہ توڑ مسکت جواب ۱۹۵۱ء میں تمام فرقوں کے سرکردہ اور معتمد علیہ علماء نے متفقہ طور پر دیا تھا۔ یا جو دینی گروہوں کے اتحاد کا ہماری تاریخ کے فلم میں ایک ولولہ انگیز "ٹوٹا" قومی اتحاد نے ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۷ء کے دور میں پیش کیا تھا، اس کے بعد علماء کو اتحاد کی قدر و قیمت یاد نہ رہی اور جمہوری سیاسی اور لادینی سیاسی قوتوں کے انجر پنجر کو جب مارشل لاء نے خوب اچھی طرح ڈھیلا کر دیا تو ہر کسی نے یہ چاہا کہ وہ آگے بڑھے اور شمشیرِ جبر کو چوم کر شریعت کا کوئی خاص تصور پیش کر کے اس کا سکہ چلوا دے۔ حد یہ کہ دینی بصیرت کے وہ زرّیں پیکر بھی مسجد مسجد سے کھمبیوں کی طرح پیدا ہونے لگے جنہوں نے کہا کہ بس چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہی بہترین امیر المومنین ہیں اور جو اپنے لیے جن لوگوں کو چاہیں اپنی مجلسِ شوریٰ کے لیے مقرر کر لیں اور چاہیں تو اُن کی کوئی بات مانیں اور چاہیں تو نہ مانیں — آخری فیصلہ امیر المومنین کے ہاتھ میں ہوگا۔

کتنا بڑا سانحہ ہے کہ اس سرزمین پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اقامتِ دین کی تحریک اُٹھاتے ہوئے الٰہی جمہوریت (THEO DEMOCRACY) اور جمہوری خلافت (POPULAR VICEGERENCY) کی نئی اصطلاحات کے ساتھ مغربی جمہوریت کے تمام خلافِ اسلام عناصر کو الگ کر کے جو اطمینان بخش تصور اسلامی ہیئتِ سیاسیہ کا برسوں کی محنت و کاوش سے سمجھا اور سمجھایا تھا۔ اور جس تصور کو ماننے والے بے شمار نوجوان (اور ان میں سے بہت سوں کا تعلق مسلم لیگ سے تھا) اُٹھ کھڑے کیے تھے۔ یار لوگوں نے یہ سوچا کہ چلو ان سب کو نظر انداز کر کے اس وقت مارشل لاء کی غیر جمہوری فضا میں سیدھے "پیا" کو منائیں اور برسوں کی محنتوں کو درہم برہم کر دیں۔ کم سے کم وہ تصور تو نہ چلے جس کے چلنے سے دوسرا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

جی ہاں! یہ آپ کے لیے بڑی نعمتِ غیر مترقبہ ہے کہ احبار و رہبان کے قبائل کا پورا شیرازہ بکھرا پڑا ہے۔

---

آپ کے لیے دوسرا دل خوش کن حادثہ یہ ہوا کہ مارشل لا بہادر نے کہا کہ ہم شریعت نافذ کر کے دکھاتے ہیں اور پھر جو شریعت کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے غلط ساخت کے معاشرے کے ٹاٹ میں کمخواب کے پیوند کے طور پر لگ گئے وہ جیسا تماشا بنے، ویسا دلچسپ منظر پہلے کب کسی نے دیکھا ہوگا - پھر یہ اضحوکہ کہ عورتوں سے کہا گیا کہ بیبیو! دو پٹے سر پہ لو اور دوسری طرف ان بیبیوں کی کمان بیگم سلیمہ احمد کے سپرد کر دی گئی - ادھر رمضان میں ختم قرآن کے نوافل میں ضیا صاحب جلوہ گر ہیں، اُدھر مسجدِ نبویؐ میں روحانی بیٹری چارج کرانے کو ہر سال حاضر —— اور اُدھر فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا مبلغ اسلام طارق عزیز ہے - ادھر امریکہ میں پاکستان کی اسلامی دھاک بٹھائی جاتی ہے - اور ادھر ہمارے ہاں کی بیگم اوّل بے تکلف مردوں کے سامنے موجود ہیں - اُوپر سے حکم ہوتا ہے کہ سرکاری دفاتر اور اداروں میں نماز ادا کی جائے، دو چار دن ڈرامہ ہوتا ہے اور پھر ہر میز پر اس حکم کا مذاق اُڑایا جاتا ہے -

ملوکیت کی تاریخ میں عمر بن عبدالعزیز اور سلطان صلاح الدین اور اورنگ زیب عالمگیر کبھی کبھی نمودار ہوتے ہیں - جو اپنے سارے جابرانہ اقتدار کا قلادہ اُتار کر ایک طرف رکھتے اور عامۃ المسلمین کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر خدا و رسول کی اطاعت کا حق ادا کرتے ہیں - فوجی نظامِ حکومت ایسی ہستیاں تیار نہیں کیا کرتا - اور آج تک کبھی کوئی فوجی اقتدار ایسا نمودار نہیں ہوا جس نے اپنا تخت خالی کر کے اس پر اسلام کو بٹھا دیا ہو - اور خود ایک خادمِ بارگاہ کی حیثیت سے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا ہو - یہ الگ بات ہے کہ اس گئے گزرے دَور میں اگر ہوائی جہاز میں خیر مقدم کرنے والا کپتان اور اس کی ماتحت ہوسٹس پرواز کا اعلان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کرے (میرا مطلب جناب ضیاء الحق صاحب کی کسی اچھی بات کی قدر و قیمت کو کم کرنا نہیں اور نہ اُن کے کسی بھی جزوی اچھے اقدام تک کے لیے ہم نے اچھے کلمات کہنے میں کبھی کوئی کوتاہی کی) تو مجھے صرف یہ حیرت ہے کہ ہماری بے حساب بُرائیوں کے مزبلہ پر اگر گلاب کے دو چار پھول لا رکھے جائیں تو اس دلچسپ حرکت کی داد تو ضرور دینی چاہیے، مگر اس سے مزبلہ چمن میں کیسے بدل جائے گا -

نظامِ اسلام کے قیام یا نفاذِ شریعت کے لیے جو فطری اسکیم قرآن اور اسوۂ رسولؐ نے دی ہے

اس کی رُو سے مارشل لا[۱] کا اِس کام کے لیے وسیلہ و ذریعہ بننا انتہائی بے معنی ہے۔ اس کام کے لیے پہلے سے تیار شدہ ایک ٹیم چاہیے۔ اس کے لیے مجموعی نظام کو بدلنے اور اس کی بنیادوں کو درست کرنے کے لیے ترجیحات کا ایک منصوبہ موجود ہونا چاہیے۔ مزاحم قوتوں کا پورا شعور ہونا چاہیے کہ وہ کہاں کہاں اور کیا کیا دخل اندازی کریں گی، کون لوگ حکومت کے اندر اہم ناکوں پر بیٹھ کر کام کو ناکام کرنے کے لیے پورا زور لگا دیں گے، کن لوگوں کو ہٹائے بغیر کام آگے نہ چلے گا، جو حکم نافذ کیا جائے اس کے سارے متضمنات کو بھی سوچ لیا جائے اور اس کی مزاحمت کے محاذوں پر بھی کڑی نگاہ ہو۔ پھر اگر نافذ شدہ حکم میں کبھی رخنہ اندازی کی جائے تو تبدیلی لانے والی ٹیم کے پاس ایسے ذرائع ہونے چاہئیں کہ وہ رخنہ اندازی کے مجرم کو پکڑ کر احتساب کر سکے۔

یہ سارا کام ہم اوّل روز سے یوں سمجھتے ہیں کہ دعوت الی الاسلام اور اصلاحِ معاشرہ اور تعلیم یافتہ اور کارفرما افراد کو متاثر کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہ کام آزادی، جمہوری اور عوامی فضا میں ہو سکتا ہے۔ نظامِ جبر کے اثر سے مرضِ نفاق اتنا پھیل جاتا ہے کہ کسی کی "ہاں" "نہ" پر اعتبار نہیں ہوتا۔ پھر اس کام کے کرنے والوں کو عوام میں اتنا اعتماد حاصل ہو کہ وہ ان کو اسمبلیوں میں نمائندہ بنا کر بھیجیں، وہاں وہ فکری اور جذباتی دونوں طرح کے دلائل سے فضا کو متاثر کریں۔ ادھر باہر سے ان کے ہم خیال عوام اور ووٹر آواز بلند کریں۔ ان ساری چیزوں کی پریس میں بازگشت گونجے۔ خواہ اس طریقہ کار میں کتنی دیر لگے۔ نفاذِ شریعت کے عمل کی مضبوطی کا دارومدار تمام تر اس طریقِ کار پر ہے۔

بدقسمتی سے مارشل لا کے تجربے کا ماحصل لوگوں کو یہ ملا کہ اسلام اور شریعت بس نعرے ہی نعرے ہیں۔ مختلف لوگ انہیں اپنی اپنی ضرورت کے مطابق بلند کرتے ہیں اور ان نعروں کا جیسا اور جتنا عکس

---

[۱] حضورؐ کو مکی دور میں بادشاہی کے تاج کی پیش کش کی گئی تھی مگر آپؐ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ ملک اللہ کا ہے وہ جسے چاہے دے۔ یعنی جب تک وہی خود کسی معاشرے کی باگ ڈور پوری طرح حوالے نہ کرے، اسلام کے تقاضوں کو کسی دوسرے کے اشاروں کے تحت نہیں چلایا جا سکتا۔ یہ آیت بھی پیشِ نظر رہے — قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ..... الخ

ان کو کام چلانے اور کرسی مضبوط کرنے کے لیے کافی معلوم ہوتا ہے ویسا اور اتنا وہ دکھا دیتے ہیں اس لحاظ سے مارشل لا کے جزوی اور ناقص اقدامات نفاذِ شریعت لادینیت پسندوں، انحراف پسندوں اور مغرب پرستوں کی تقویت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

مارشل لا نے ایک ستم یہ ڈھایا ہے کہ تحریکِ نظامِ اسلامی اور شریعتِ اسلامی کے سلسلے میں جتنی اصطلاحات تحریک اسلامی نے گذشتہ چالیس پینتالیس سال میں وضع کی تھیں، نہ صرف ان کو نہایت غلط اطلاقات کے سامنے استعمال کر کے ان کی معنویت کو تباہ کر دیا، بلکہ ہمارے ہاں سے فقرے کے فقرے اور پیرے کے پیرے اکابر کی تقریریں لکھنے والوں نے اس طرح استعمال کر ڈالے کہ جیسے شعراء کے دیوانوں سے چھانٹ چھانٹ کے اشعار کو زینت کلام بنایا جاتا ہے۔ فقرے حد درجہ انقلابی اور اطلاق حد درجہ سطحی۔ مہریں دیناروں اور اشرفیوں کی، اور لگ رہی تھیں چام کی کترنوں اور کوٹلے کے ٹکڑوں پر۔ یہ تماشا ہم دیکھتے رہے۔ کچھ لوگ اس امید سے کہ اتنا اچھا بیج استعمال کرنے والے کسان کی کھیتی میں زعفران کی فصل لہرائے گی اور جاننے والے جانتے تھے کہ اُگنا سوائے بھٹ کٹیے کے اور کسی کو چیز کو نہیں۔ کیونکہ اصل بیج دوسرا ہے، اچھی فصل کے چند بیج برائے زینت شامل کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ زعفران کا اکا دکا کہیں پودا ہو بھی تو چاروں طرف تختے کے تختے پوہلی اور پیازی اور گوکھروں اور بھٹ کٹیے اور اونٹ کٹارے کے لہلہا رہے ہیں۔ کیا کہنے ہیں اس اسلامی کاشت کاری کے!

مخالفین شریعت کو یقیناً اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور وہ اٹھا رہے ہیں۔

---

تیسری معاون صورت مخالفین اسلام کے لیے یہ پیدا ہوئی کہ شریعت کا وسیع تصور گم ہو کر نگاہوں کا سارا ارتکاز فقہ کے بعض احکام اور اجزائے حدود و تعزیرات پر ہو گیا۔ کسی عالم سے پوچھیے، کسی پڑھے لکھے مذہب پسند آدمی سے پوچھیے کہ نفاذِ شریعت سے کیا مراد ہے۔ وہ بلا تکلف شراب، جوئے اور بدکاری کے امتناع اور چوری، قتل، شراب خواری اور قذف کے جرائم کی سزاؤں کے اجرا کا ذکر کرے گا۔

یعنی زندگی کے تمام بڑے بڑے مسائل جن میں ہیئتِ سیاسیہ، نظامِ شوریٰ، انتخابات،

نظامِ معیشت، کمانے اور خرچ کرتے، تقسیم کرنے اور بچت کرنے کے مسائل، نیز اراضی اور اس کی ملکیت یا اس کی اب تک کی ظالمانہ تقسیم کی اصلاح کا مسئلہ، سُود کو ختم کرنے کے بعد بنک کاری کا کوئی قابلِ عمل نقشہ، بیرونی تجارت اور قرضوں کا معاملہ، خارجہ پالیسی کے ادلتے بدلتے پیچ وخم، ان کا اول تو مساجد اور دینی مجالس میں کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ ہوتا ہے تو اتنا سرسری اور کمزور کہ جاننے والے جان جاتے ہیں کہ دانائے دین ہونے کے لیے ابلۂ دنیا ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ ان موضوعات پر اب تک جو مطالعے اور کاوشیں انسانوں نے کی ہیں اور لٹریچر کی الماریاں جمع کر دی ہیں، ان سے بھی شاید ہی کسی کو مَس ہو۔ اکثر خیال یہ ہے کہ سارے علوم قرآن میں ہیں اور قرآن کی توضیح حدیث میں ہے۔ رہی سہی کسر ہمارے ائمہ فقہا نے پوری کر دی ہے۔ حالانکہ سوال علوم اور اُصولِ حکمت تک محدود نہیں۔ ان کا مختلف احوال پر انطباق کرنے کا ہے۔ مختلف زمانوں اور ممالک کے احوال اور اداروں اور مروجات کو جاننا، پھر ان میں سے اجزائے حق کو چھانٹ کر اجزائے باطل کو ختم کرنا، یہ ہے اصل مسئلہ۔

سو شریعت کے نام کا ایسا استعمال جو واضح اطلاقات معاشرے کے احوال کے متعلق نہ بتاتا ہو، یہ بھی الحاد پسندوں، تحریف پسندوں اور انحراف پسندوں کے حق میں بہت مفید ہے۔

---

مگر یہ نہ سمجھیے کہ مخالفتِ شریعت کے یہ خوش آئند احوال آپ کے پاس ایسے بے کاٹ اور بے توڑ ہتھیار ہیں کہ آپ جیسے جدھر چاہیں، بزن بولتے جائیں۔

آپ کے لیے ایک البرز شکن قوت بھی موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا تعارف آپ سے پوری طرح کرا دوں۔ آپ صدر ہوں یا وزیر اعظم یا اسمبلیوں کے ممبر یا بیوروکریسی کے ستون یا طوفان خیز صحافی یا حقائق کو حسب منشا مروڑ دینے والے دانشور، یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ میدان خالی ہے، اور اس میدان میں اگر کہیں کوئی ہے تو آپ کی اسکیموں کو کامیاب کرانے والا ہی ہے۔ جی نہیں، آپ آگے چلیں گے تو آپ کو ایسی چٹانوں سے سابقہ پیش آئے گا جن کے ساتھ آپ سر تو پھوڑ سکتے ہیں، مگر ان کو اپنی جگہ سے جنبش نہیں دے سکتے۔ اور یہ وہ قوت ہے جو آپ کو متعدد

معرکوں میں شکست دے چکی ہے۔

یہ قوت ان لاکھوں افراد کی ہے جن کی ایک بڑی تعداد اسلام پر عمل کرتی ہے اور اُن کی ایک تعداد اپنی ہزار عملی کمزوریوں کے باوجود اپنا رشتۂ وفا اسلام ہی سے استوار رکھتی ہے اور دل سے چاہتی بھی ہے کہ کسی طرح اسلام کے طور طریق اور اصول و اقدار اور قوانین و احکام غالب آئیں [1]۔ اسلام کی اس سپاہ میں پہاڑ جیسا مضبوط ایک بڑا عنصر ایسا ہے جو پورے حالات کو خوب سمجھتا ہے۔ عالمی قوتوں کی شر انگیزیوں کو بھی جانتا ہے، اسلام کا رستہ روکنے کے لیے مغربی مفکروں اور سیاست دانوں اور پادریوں کی حرکات سے بھی واقف ہے، اندر کے حکمران طبقے کو سیاسی بساط پر شطرنج کے مہروں کو آگے پیچھے کرتے ہوئے ان کی چالوں کا خوب شعور رکھتا ہے اسے اندازہ رہتا ہے کہ اسلام پر کدھر سے کوئی میزائیل چھوڑا جانے والا ہے۔ وہ لیڈروں اور صحافیوں اور ادیبوں اور خواتین اور علماء میں گھسے ہوئے بے ضمیر لوگوں کے طول طویل سلسلہ ہائے تزویر کو پہچانتا ہے۔ اور اُسے معلوم ہے کہ کب کس موضوع پر کدھر سے ضرب لگنے کا موقع پیدا ہوتا ہے اور اس موقع سے بہترین فائدہ اُٹھانے کا طریقہ کیا ہے۔

جی، یہ بجا کہ اس وسیع التعداد قوت میں ایسے افراد بھی بہت سے ہیں جو اردگرد کے نقشۂ احوال اور شاطرانِ وقت کی چالوں کو اچھی طرح نہیں سمجھتے، مگر ان کی نظر ہمیشہ باشعور اسلامی اکثریت پر رہتی ہے اور وہ جب ادھر سے اشارہ پلٹتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ کس وار سے بچنا ہے اور کدھر ضرب لگانی ہے۔ پھر اُن کو یہ خوبی بھی اللہ نے دی ہے کہ اُن کے اوپر بیٹھے ہوئے مولوی اور برادریوں کے چوہدری خواہ کس کس سے لڑتے رہیں یہ لوگ اسلامی مقاصد کے لیے متحد ہو جاتے ہیں ۔۔۔ اور وقت آئے تو اپنے آپ کو لاٹھیوں اور گولیوں اور ہتھکڑیوں کے سامنے بھی پیش کر دیتے ہیں۔

آپ اس چوکس قوت سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے، کوئی جائے امان نہیں ہے، کسی پارلیمنٹ

---

[1] یہ اتنی ناقابلِ لحاظ نہیں ہے کہ اسے آپ نظر انداز کر سکیں۔ ذرا آپ ان ووٹروں کا حساب لگا لیجیے جنہوں نے غلبۂ اسلام کے لیے ووٹ دیے۔

میں آپ سر نہیں چھپا سکتے، کسی چیمبر میں آپ کوئی سازش کر کے اُسے راز نہیں رکھ سکتے، کسی مسند پر آپ کو جبر کے سائے میں پناہ نہیں مل سکتی۔ کوئی تاج آپ کی چندیا کو بچا نہیں سکتا، آپ اسے نظر انداز کر کے کسی رُخ پر زیادہ اقدام نہیں کر سکتے۔

براہ کرم! اس قوت کو اپنا دل خوش کرنے کے لیے کم نہ سمجھیے۔ یہ بہت بڑی قوت ہے اور ہر روز اس بیل کی لمبی لمبی شاخیں چاروں طرف پھیلتی جا رہی ہیں۔ اُس کا ایک حصّہ اگر جی دار مرد ہیں، تو ایک حصّہ بیدار دل عورتیں ہیں، اس کے ساتھ محنت کشوں کے قافلے ہیں، اس کے ہراول دستوں میں شریف الطبع نوجوانوں اور حجاب پسند طالبات کی وہ بڑھتی ہوئی قوت ہے، جس کی للکار ایک دن ماڈرن ازم کے دیو ہزار پا کو بے دم کر دے گی۔ اور اس قوت کے ساتھ اخباری سطح پر لکھنے والے بھی ہیں، محلہ دار مجالس میں تقریریں کرنے والے بھی ہیں، ان کے پیچھے شعروادب کے چمن طراز بھی ہیں۔ اور پھر ان سب کی پشت پر علمی کام کرنے والوں کے خاموش محاذ ہیں اور اُن سے بھی پیچھے اخص الخصواص مدبرین ہیں۔ جو کشمکش احوال میں اسلامی سوچ بچار کا نہج معین کرتے ہیں۔ یہ قوت نہتی قوت نہیں ہے۔ اس کے ہاتھوں میں محکم و مدلل لٹریچر کا اسلحہ ہے اور اس اسلحہ کی مار ماسکو اور نیویارک تک ہے۔

پھر یہ لوگ ایسے لوگ ہیں کہ آج کے فلسفہ و نفسیات کے ساتھ تازہ ترین مسائل کو سمجھتے ہیں اور ان کو حل کرنے کے لیے نصوص کو مسخ کیے بغیر اور "حکم کو دشوار" دیکھ کر تاویل کرنے کے بجائے اُصولوں کا صحیح شکل میں انطباق کر سکتے ہیں۔ اپنے دعووں کے لیے آج کی زبان میں پُرزور دلائل دے سکتے ہیں۔ شریعت کا لفظ گول مول طریق سے بیان نہیں کرتے بلکہ اس کے تفصیلی تقاضوں کو زندگی کی عملی ضروریات سے جوڑ کر دکھا سکتے ہیں۔ ہاں اگر ان میں کمی ہے تو صرف یہ کہ اسلام کو مغربی تہذیب و معاشرت کے تابع کرنے والا فنِ اجتہاد نہیں جانتے۔ یہ تو بس دو اور دو چار کی طرح کی بات کر سکتے ہیں۔ دو اور دو پانچ یا تین اور تین چار کا فارمولا ان کی ریاضی میں نہیں ہے۔

---

اب ایک صورت یہ ہے کہ آپ خدانخواستہ اس عظیم الشان مُسلّم قوت سے نبرد آزمائی

کا رستہ اختیار کریں۔ اس سلسلے میں تاریخ سے گواہی ضرور لے لیں۔ کیا اکبر نے جس طرز فکر اور جس ثقافت اور جس ہندو نوازی کو فروغ دینے کے لیے مسلمان علما کی جانیں لی تھیں اور طرح طرح کے عذاب ڈھائے تھے، وہ سارا طلسم ۵۰ سال بھی باقی رہ سکا۔ کبھی کوئی باقاعدہ تحریک احیائے دورِ اکبری کے لیے نمودار ہوئی۔ اکبر نے جو پتلا بنایا تھا اس میں عوامی حمیت کی روح نہ پھونکی جا سکی اور پھر اس میت کو تاریخ کے قبرستان میں اس طرح دفن کر دینا پڑا کہ اس پر کوئی کتبہ بھی نہ تھا۔ کتبہ بھی اب مسلمانوں نے نہیں، ہندوؤں نے "مغلِ اعظم" کے نام سے نصب کیا ہے، کیونکہ اکبر تو ان کا آلۂ کار تھا۔ مصر میں ناصری دور میں اخوان کے خون سے دریائے نیل رنگین ہو گیا۔ مگر اب کہاں ہے ناصر؟ کہاں ہے ناصرازم؟ کہاں ہے روسی ایڈ؟ کہاں ہیں وہ پھانسیاں، زنجیریں، گولیاں اور آلاتِ تعزیر جن کا تختۂ مشق اخوان کو بنایا گیا تھا۔ بخلاف اس کے اخوان آج بھی موجود ہیں اور ان اربابِ فقر غیور کا دن پھر بھی آئے گا۔

ملت کی کوئی قوت جو خدا اور رسولؐ کے دین کے لیے جانوں اور مالوں کی قربانیاں دینے والی ہو، جو اپنے دماغوں کا رس نچوڑ نچوڑ کر صفحہ ہائے قرطاس پر منتقل کرنے والی ہو، جس کے پاس تخلیقی صلاحیتیں ہوں، جس کا ضمیر زندہ ہو، جس میں فعالیت اور اقدام کی نعمت موجود ہو اسے نقصان پہنچا کر خود رسوا ہونے کے بجائے اس سے دین اور معاشرے کی اعلیٰ خدمات لینے کا منصوبہ بنایئے۔ یہ منصوبہ چالبازانہ نہ ہو بلکہ دیانت دارانہ ہو۔

اس کا دارومدار ایک ہی چیز پر ہے۔ اس قوت کی ایک ہی شرط ہے ــــ خدا کے دین کا نظام قائم کرو، خدا کی شریعت نافذ کرو۔

اس شرط کو اگر نامنظور کرتے ہیں تو یقین جانیے کہ خدا کی طرف سے کوئی ایسی گرفت بہت جلد آئے گی کہ صدارت و وزارت کی کرسیاں طوفان میں بہہ جائیں گی۔ جو عورتیں آج چادر لینے سے انکار کر کے بغاوت کر رہی ہیں۔ ڈر ہے کہ کل کسی لمحۂ عذاب میں پورے جسم پر ایک تار بھی نہ رہے، ننگا نہائی تھیں باہر جا کر دیکھیں کہ اس کا کیفرِ کردار یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پھر شو بزنس کے سوا معاش کا کوئی راستہ ہی نہ ملے۔

یہ عذاب شروع ہو چکا ہے، پانی نہیں، فصلیں خراب۔ بجلی نہیں، صنعت تباہ۔ مکانوں میں

ملاوٹ ۔ عام ضروریاتِ زندگی مہنگی، ٹیکسوں کے بڑھتے ہوئے ردّے، بڑوں کی بھاری تنخواہیں اور لامتناہی سہولتیں اور ان کی وجہ سے چھوٹے ملازموں کی خستہ حالی، ہسپتالوں میں داخلے مشکل اور صحیح علاج مشکل تر، کالجوں کے دروازے اچھے اچھے نمبروں والے طلبہ کے لیے بند، نوکریوں کے لیے عرضیاں اور ڈگریاں بیکار، قومی قرضوں کا ایک لمبا طومار، خبروں میں سچ اور جھوٹ کی ملونی، عورتوں کی تصویروں کے ذریعے اخبارات کی بکری کا بڑھانا، دو طرفہ سرحدوں پر ایسی قوتوں کی مورچہ بندی کہ ایک سُپر پاور ہے اور دوسری بھی نیم سپر پاور ہونے کا نشہ رکھتی ہے۔ اپنی فوج کا جائزہ لے کر دیکھنے کی ضرورت ہے کہ سیاست اور مالی مفاد نے کتنی دراڑیں پیدا کر لی ہیں۔ جرائم کا یہ تند جھکڑ کہ آج کوئی بنک لُٹ گیا، کل کسی بس پر عین شاہ راہ کے اُوپر چھاپہ پڑ گیا۔ راہ چلتوں سے بیگ چھن رہے ہیں۔ گھر کی چار دیواری میں عزتیں لُٹ جاتی ہیں۔ اور تھانوں میں ایسے جرائم ہو جاتے ہیں جن کے مجرم کسی کے قابو میں آتے ہی نہیں۔ لوگو! پھر اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ ـــ ابھی اور بہت کچھ سامنے کھڑا ہے۔ ہوش سے کام لو۔ جھکاؤ اپنے سر خدا اور رسولؐ کے سامنے! یہی واحد راہ نجات ہے۔

---

نیت صاف ہو تو کرنے کا کام یہ ہے کہ:

۱ ـــ مولانا گوہر رحمٰن صاحب نے نفاذِ شریعت کے لیے جو جامع بل داخل کیا ہے اور جس کا اطلاق اصولی طور پر زندگی کے تمام پہلوؤں پر ہوتا ہے۔ اسے چمکتے دمکتے چہروں کے سامنے منظور کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں پارٹیوں، گروہوں یا فرقوں یا برادریوں کی کوئی تفریق دخل انداز نہ ہونی چاہیے۔

۲ ـــ جو مسودہ ہائے قانون اسلامی نظریاتی کونسل نے اب تک تیار کیے ہیں، ان کو ایک ایک کر کے تیز رفتاری سے ایوان میں لایا جائے اور ان کو پاس کر دیا جائے۔

۳ ـــ وفاقی شرعی عدالت نے بعض سرکاری قوانین میں جو سقم دریافت کیے ہیں، ان کو اسلامی نظریاتی کونسل کے سامنے رکھ کر قوانین کی اصلاح کرائی جائے۔

۴ ـــ جہاں تک غیر سودی بنکنگ کے نظام کا مسئلہ ہے، اس میں اگر فی الواقع حقیقی پیچیدگیاں

اور مشکلات اور مشتبہات ہیں تو مختلف دینی اور قانونی اور اقتصادی اداروں اور خصوصاً ماہرین بنکاری سے اس سوال کے جواب طلب کیے جائیں اور سود کو جرم قرار دینے کے بعد کن کن صورتوں میں بنکاری بغیر کسی غیر واجب خطرہ و نقصان کے ہو سکتی ہے۔ نیز وہ کس طرح ان تمام ضروریات کو پورا کر سکتی ہے جو کاروباری نظام کو درپیش رہتی ہیں۔

یہ طریقہ غلط ہے کہ علماء سے یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ تم نے قرآن و سنت کے اس قطعی حکم کو سامنے رکھا ہے کہ سود حرام ہے، لہٰذا اب تم ہی غیر سودی بنکنگ کا نقشہ بنا کے دو۔ یہ چھڑا لکھ کر فرار کی صورت ہے۔ سیدھی طرح یہ مانیے کہ سود کا لین دین حرام ہے اور ہم اسے بالکلیہ جلد سے جلد ختم کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا پشاور، اسلام آباد، لاہور، ملتان، فیصل آباد، سکھر، کراچی وغیرہ میں چھ ماہ کے اندر ایسے سیمینار اور ورکشاپ منعقد ہوں جن میں اسلام اور مالیات سے تعلق رکھنے والے مختلف عناصر جمع ہوں، اور جو لوگ بھی مشارکت و مضاربت (یا دونوں کو ملا کر) یا کسی اور صورت میں غیر سودی بنکنگ کا نظام عملاً چلانے کے قابل فارمولا اور عملی نقشہ دے سکیں وہ پیش کریں۔[1] پھر اس سارے ماحصل کو اسلامی مشاورتی کونسل کے سامنے لے جایا جائے۔ جہاں سے ایک حتمی فیصلہ ہو جس کی ایوان منظوری دے اور یہ نظام عملی شکل میں کام کرنے لگے۔

---

قوم کی وحدت اسی پر منحصر ہے ملک کا استحکام اسی میں ہے جرائم اور فتنوں کا استیصال اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ سیکولرازم اور مغربی تہذیب اور سوشلزم کے جواب میں اسی صورت میں سینہ ب ابھر سکے گا۔ عوام میں جہاد کی سپرٹ کو اسی طریق سے حرکت میں لایا جا سکتا ہے کہ بغیر کسی دوسرے اور تذبذب کے شریعت اسلامیہ کے سامنے سر جھکا کر اس کو واحد صحیح اور عادلانہ قانون یقین کر کے پورے فخر اور احساس برتری کے ساتھ نافذ کر دیا جائے۔ ہمارا دین اور ہماری شریعت اور ہماری تہذیب ایسی نہیں کہ ہم کسی کے سامنے شرمائیں اور … اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ دوسرے

[1] میں بھی ان شاء اللہ اس سلسلے میں اپنے خیالات مرتب کر کے پیش کروں گا۔ (مدیر)

کی اندھی نقالی کریں۔

تحریک اسلامی کی مرکزی مجلس عاملہ نے میاں طفیل محمد صاحب قائد تحریک کی صدارت میں جو قرارداد پاس کی وہ ایک ایک شخص کے دل کے دروازے کو کھٹکھٹاتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ:

"ہم اپنی محب وطن فوج اور تمام وطن دوست سیاسی عناصر سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کے مقصد وجود، یعنی اسلامی نظام کے قیام اور نفاذ شریعت اور بحالی جمہوریت کے عمل کو جلد از جلد مکمل کرنے میں مثبت اور بھرپور کردار ادا کریں اور ان سیاسی طالع آزماؤں کے لیے سارے راستے بند کر دیں جن کی نگاہیں کسی اور مارشل لا پر لگی ہوئی ہیں۔ ملک جن خطرات میں گھرا ہوا ہے ان میں نئے تجربات ہمارے وجود تک کے لیے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ:

۱ — زندگی کے ہر شعبے میں شریعت اسلامی کی بالادستی کو عملاً قائم کیا جائے تاکہ عوام کو ان کے کھوئے ہوئے حقوق پر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت حاصل ہو جائے اور ایک حقیقی منصفانہ اور حق پرور معاشرہ وجود میں آسکے۔

۲ — مارشل لا کو بلا تاخیر اٹھا لیا جائے۔

(ہماری تشریح اس پر یہ ہے کہ اگر شریعت کے قانون سے بالاتر کوئی قانون و اقتدار کسی ملک میں موجود ہو تو نہ صرف نفاذ شریعت غیر ممکن ہے، بلکہ اس میں توہین شریعت کا پہلو بھی نکلتا ہے (مدیر))

۳ — سیاسی جماعتوں کو اسلام، نظریہ پاکستان اور دستور مملکت کے تحت اور ان کے مطابق کام کرنے کا موقع دیا جائے۔

۴ — ۱۹۷۳ء کے اصل دستور (اس متفق علیہ ترمیم کے ساتھ جو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے کی گئی تھی) بحال کیا جائے۔ تاکہ پارلیمنٹ عوام کے اعتماد کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔

اس چار نکاتی مطالبہ میں دینی و سیاسی لحاظ سے کون سی کمی رہ گئی ہے یا کونسا ایسا ٹیڑھ ہے کہ جو کسی کے لیے ذہنی مزاحمت کا سبب بنے۔ مارشل لا کا خاتمہ سب چاہتے ہیں، جمہوریت کی

بحالی سب کا مطلوب ہے، سیاسی جماعتوں کی بحالی کے لیے ہر طرف سے آوازیں اُٹھ رہی ہیں، اور شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ پاکستانیوں کی رُوح کی پُکار ہے۔ اس میں کوئی چیز متنازعہ نہیں۔ کوئی اختلافی قضیہ نہیں، کسی خاص جماعت یا گروہ کی برتری کا کوئی پروگرام نہیں، کسی کو زک دینے کا کوئی جذبہ نہیں۔ صاف ستھرے طریق سے ایک جائز اور برحق اور معقول مطالبہ پیش کیا گیا ہے معقولیت کی فضا میں اِسے زیرِ غور لایا جائے۔ اخباروں کو کسی انتقامی پالیسی کے تحت اس کا بلیک آؤٹ نہیں کرنا چاہیے، اس کے خلاف ہچر مچر قسم کے اشغلے نہیں اُٹھانے چاہئیں۔ آخر ان باتوں میں ہم اکٹھے نہ ہوں گے تو اور کون سی دعوت یا پروگرام ہمیں جوڑ سکے گا۔ خاص طور پہ ملک کی نوجوان قوت اُٹھے اور ملک میں اس مطالبے کے لیے ایک لہر پیدا کردے۔ اسلام سے محبت کرنے والی خواتین چپکے چپکے بھی ایسا کام کریں کہ ہر گھر سے اس مطالبے کا چشمہ اُبلنے لگے، اور محفلیں اور سیمنار اور مظاہرے منعقد کر کے اور دستخطوں کی مہمات چلا کر بھی وہ خدمت انجام دیں کہ چند دن میں ایک تہلکہ مچ جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مخالفِ اسلام تصورات کے مسحوروں پہ مسلط جادو ٹوٹ جائے۔ عشرت پسندوں کے عیش منغض ہو جائیں۔ سیکولرسٹوں کے نظریات کا تار و پود بکھر جائے اور مفاد پرستوں کی گہری نیندیں ٹوٹ جائیں۔

یہ مطالبہ ایک ایسی اذان ہو کہ لوگ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھیں اور یہ ایک ایسا صُورِ محشر خیز ہو کہ دولت و جاہ کی پرشکوہ قبریں شق ہو جائیں اور اپنے اندر کے مدفون مُردوں کو اُگل دیں۔

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیمانِ سجود
ہر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

شرح صدر سے یہ اقدام کیا گیا تو آج سے روس کی مرعوبیت ختم ہو جائے گی۔ امریکہ کی فریب کارانہ پالیسیوں کے دام ٹوٹ جائیں گے، بھارت کے حواس بجا ہو جائیں گے، اسرائیل کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ جائے گا۔ مسلط قوتوں کی ساری امیدیں اس پر قائم ہیں کہ پاکستان کے باشندے کبھی اپنے ایمان اور اپنے نظریے، اپنے دین اور اپنی تہذیب کی بنیاد پر کھڑے ہی نہیں ہو سکتے۔ انہیں اپنی زبان اور اپنے رسم الخط سے محبت ہو ہی نہیں سکتی وہ اپنے اطوار و اقدار کا تصور کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ لیکن زمانے کی یہ امید اگر ہم نے ایک بار توڑ دی

تو یہ زمانہ جس کے آج ہم پاؤں چھوتے ہیں کل ہمارے جوتوں کو بوسہ دے گا۔

یہ پرامن سی تبدیلی درحقیقت ایک بڑا انقلاب ہے۔ ایک پرامن اور غیر محسوس انقلاب جو ہر آدمی کے اندر سے ایک نیا انسان اٹھا کھڑا کریگی۔ ہمارے اداروں میں نئی توانائی آئے گی ہمارے ذہن نئے افکار مہیا کریں گے ہم فضول درآمدات کو ٹھکرا دیں گے ہم دنیا کی کسی بھی طاقت سے خود دارانہ لہجہ میں بات کریں گے اور اپنی شرائط پر گفتگوئیں چھیڑیں گے۔

یہ نہ سمجھئے کہ جماعت اسلامی بس لٹریچر پھیلانے اور خدمت خلق کے کچھ کام کرنے اور کسی قدر دلچسپی انتخابات سے لینے کے لئے قائم ہوئی ہے جی نہیں اس جماعت کا نصب العین پورے نظام کو تبدیل کر کے ایسی شکل دینا ہے کہ اللہ کے سوا یہاں کوئی دوسرا الٰہ اور رب نہ بن سکے اور غریب ترین آدمی کو زندگی کے جملہ حقوق حاصل ہوں۔

ہم خلوص سے دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کھلے دل سے تعاون کیجئے اور ہمارا جذبہ یہ ہے کہ ؏

بیا تا کارِ ایں ملت بسازیم

---

(۲)

نفاذِ شریعت ہو، عوام کی فلاح و بہبود کی مہم ہو، اصلاحِ معاشرہ کے ٹھوس اور حقیقی کام ہوں، بین الاقوامی حالات میں ملک کے استحکام و استقلال کا معاملہ، ہمارے اپنے تہذیبی شعور اور ملّی شعور کے فروغ کا قصہ ہو، نئی نسلوں کی صحیح تعلیم و تربیت کی مہم ہو، استحصالی قوتوں سے غریب طبقوں کے خون اور گوشت اور ناموس کو بچانے کا قضیہ ہو، حتٰی کہ اردو زبان کو صحیح قومی زبان کی حیثیت میں لا کر اسے دفاتر اور کاروبار اور تعلیم کے دائروں میں سرافراز کرنے کا پروگرام ہو —— ان میں سے کسی بھی مقصد کے لیے کوئی ٹھوس اور وقیع کام کرنے میں ایک ایسی دیوار مزاحمت حائل ہے جو حقیقی اور مؤثر قدم نہ کرنے دے ایک قدم بھی کسی کو آگے بڑھنے نہیں دیتی —

(باقی بر صفحہ ۴۵)